مسیحیت میں امن کی مختلف جہات

Various Dimensions of Peace in Christianity

ڈاکٹر تنویر قاسم*

ڈاکٹر زاہد لطیف**

ABSTRACT

Undoubtedly, every religion of the world called for peace.Either revealed or non revealed religion, prophet of every religion declared peace and tolerance as pivot point for welfare and betterment of humanity. In the same way, Jesus Christ preached his followers to restrain themselves from atrocity and violence and to create the environment of truthfulness. Moreover he advised his pupils to avoid the behavior of hatred and prejudice and to forgive their brothers even 70 times.But today ,on the contrary of the teaching of the founders of religion ,terroristic and violent behaviour is being established among the followers very rapidly.Personal interests are more attractive than brotherhood for these followers.

The basic purpose of the underdiscussion article is to present a noble example to the community of nation from the preachings of jesus Christ in the light of four gospels.It is the dire need of time to raise the same voice of truth and peace that was raised by the real well wishers of the community so that humanity get the fruits of divine message in its actual and real essence delivered by the consoler of humanity.On the contrary of beautiful message of jesus Christ,history of Christianity and other followers of religions is full of bloodshed,human massacre and violence.what was the reason that Christianity did not adhere the peaceful message of Christ and how the concept of peace was eclipsed what were the main factors that man was degraded in the name religion.In the article authors has main focused directly on the Holy Bible and it collected material concerning the various aspects of life like law ,society living ways and presented its anylisis in the light of valuable researches of some major and prominent scholars of Islam.

Keywords: *Christianity and peace.peace and bible.Dimensions of peace in bible.*

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، یو نیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، یو نیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

مسیحیت کا نقطہ آغاز ہی امن کی تلاش ہے۔ اخوت و مساوات جس کی بنیاد ہے، ہمدردی اور خدمت جس کی عبادت ہے، باہمی محبت و یگانگت جس کی تعلیمات کا بنیادی نقطہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہود کے ادنی طبقات اور یونان و روما کی کثیر تعداد عیسوی تحریک میں شامل ہو کر روحانی تسکین میں سبقت لے گئی، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں اور حواریوں کو یہ تعلیم دی کہ لوگ تمہیں اذیت سے ہمکنار کریں گے تو تم ان پر صبر کرنا یہی تمھارا اجر عظیم ہو گا۔ معاشرے میں عدم تشدد اور راست بازی کے ماحول کو قائم رکھنا خدا کے نزدیک پسندیدہ لوگوں کا شعار ہے اور انہی کے لیے خدا کی بادشاہت ہے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو توبہ اور محبت کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور امن و محبت کے معاملے میں دوست اور دشمن میں تمیز روا نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ تعصب اور نفرت کے رویوں سے بالاتر ہو کر اپنے ستانے والوں کے ساتھ بھی احسان کیا کرتے تھے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے۔ہم اس لیے محبت کرتے ہیں کیوں کہ خدا نے پہلے ہم سے محبت کی۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے میں خدا سے محبت کرتا ہوں لیکن اپنے عیسائی بھائیوں اور بہنوں سے نفرت کرتا ہے تو ایسا شخص جھوٹا ہے وہ شخص اپنے بھائی جس کو وہ دیکھ سکتا ہے پھر بھی نفرت کرتا ہے۔ تو ایسا شخص خدا سے محبت نہیں کر سکتا جس کو وہ دیکھ نہیں سکتا۔ اور اس نے ہم کو یہ حکم دیا ہے:

"جو کوئی خدا سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے بھائی سے بھی محبت رکھے۔ "[۱]

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجئن میں مسیحی تصورِ امن کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

In the history of the church, peace has been on the one hand as calm for the soul and on the other hand as social and political reconciliation and the establishment of a just order. This had led to doctrines is a just war 133. But more general statement speak of individual and communal wellbeing. [2]

ترجمہ: کلیسا کی تاریخ میں امن ایک طرف روحانی سکون کا نام ہے اور دوسری طرف سیاسی' معاشرتی' ہم آہنگی اور قیام عدل کا نام بھی ہے اور اسی سے انصاف کی جنگ کا تصور بھی نکلا لیکن اس کا عمومی مفہوم انفرادی اور اجتماعی بھلائی کا ہے۔

اناجیل میں تعلیمات امن

عالم عیسائیت عہد نامہ جدید کی اناجیل کو تعلیمات کا بنیادی ذریعہ جانتا ہے۔ اناجیل کی امن کے بارے میں درج ذیل تعلیمات ہیں۔ مقدس کتب میں امن کے مفہوم کا تعلق دنیا و آخرت دونوں سے ہے۔

---

(۱) کتاب مقدس، انجیل یوحنا، ۲۱:۴، بائبل سوسائٹی انار کلی، لاہور

(2) The Encyclopedia of Religion.Pub.Thomas gale.USA.2005 vol IIpg...8883

سیدنا عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"امن ہی میں تمہارے درمیان چھوڑے جارہا ہوں اور امن ہی تمہیں دیتا ہوں سو تم اپنے آپ کو خوف و ابتلاء میں مت ڈالو۔"(۱)

نمک کی مثال دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

"اس نے کہا نمک ایک بہترین چیز ہے لیکن اگر نمک اپنے ذائقہ کو ضائع کر دے تو تم اس کو پھر دوبارہ نمک نہیں بنا سکتے۔ اسی وجہ سے تم اچھائی کا مجسم بنو۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہو۔ (۲)

امن کی خدا کے ہاں سب سے زیادہ عظمت اور کرہ ارض میں بسنے والے خندہ رو انسانوں کے ہاں سب سے زیادہ قدر و منزلت ہے۔ "کیوں کہ خدا پریشانی نہیں بلکہ امن لاتا ہے"۔ (۳)

امن کی عموماً تین سطح پر ضرورت ہوا کرتی ہے

۱۔ انفرادی سطح پر اپنی ذات میں پُر امن ہونے کی ضرورت۔

۲۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ امن وامان کی ضرورت۔

۳۔ اقوام کے مابین امن و سلامتی کی ضرورت۔

انفرادی سطح، معاشرتی سطح اور بین الاقوامی سطح پر تجدیدِ امن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

انفرادی امن

قلبی اطمینان ہی انفرادی امن ہے اور جب معاشرہ میں ایسے افراد جو انفرادی امن کے یعنی طمانیت قلبی کے حامل ہوں وہی ایک پر امن معاشرہ کہلاتا ہے۔ جس کا مطلب خدا کی چاہت اور خدا کا تقرب ہے۔ لفظ Surrender (تسلیم) اس کی وضاحت کیلئے زیادہ موزوں ہے کہ ہمیں اس کا مطیع و فرمانبردار بن جانا چاہئے یعنی اپنی ذات کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دینا چاہئے۔ جیسا کہ افسیوں کے نام خط میں یوں مذکور ہے:

"اور اسی کوشش میں رہو کہ روح کی یگانگی صلح کے بند سے بندھی رہے۔ ایک ہی بدن ہے اور ایک ہی روح۔ چنانچہ تمہیں جو بلائے گئے تھے اپنے بلائے جانے سے امید بھی ایک ہی ہے۔

---

(۱) کتاب مقدس، یوحنا، ۱۴:۲۷

(۲) مرقس، ۹:۵۰

(۳) کرنتھیوں، ۱۴:۳۳

ایک ہی خداوند ہے۔ ایک ہی ایمان۔ ایک ہی بپتسمہ۔ اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہے۔ جو اسکے اوپر اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے۔"[۱]

صلح پسندی

آپ کا ارشاد ہے کہ:

"مبارک ہیں وہ لوگ جو صلح کراتے ہیں وہ تو خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔"[۲]

قلب وذہن کی طہارت اور تزکیہ

اناجیل ہمیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہیں کہ انہوں نے انسان کے قلب و ذہن کے تزکیے کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔ سیدنا عیسیٰ فرماتے ہیں:

"کسی عورت کی جانب شہوت زدہ نظر سے دیکھنا ہی زناکاری کے مترادف ہے۔"[۳]

ہمارے نادیدہ خیالات، احساسات قلوب واذہان ترغیب دیتے ہیں۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے چنانچہ ہمارے اعمال خدا کو اس وقت دھوکہ دے سکتے ہیں جب وہ ہماری اصل نیتوں کے برعکس وقوع پذیر ہو رہے ہوتے ہیں۔ دراصل ہماری شخصیت گری اور فطرت ثانیہ میں ہمارے افکار اور احساسات کا کردار بنیادی اور حتمی ہوتا ہے۔ لیکن روح ہمیں محبت، خوشی، سلامتی، صبر، مہربانی، نیکی، ایمانداری، پرہیز گاری، ہمدردی اور طور پر قابو پانا سکھاتی ہے۔[۴]

دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلقِ امن

درحقیقت انسانی تعلقات بہت ساری وجوہات اور پریشانیوں کے باعث متاثر ہو جاتا ہے اس ضمن میں افراد کے مابین داخلی لحاظ سے تعلقات امن کی تجدید بھی بڑی اہم وضروری ہے۔ گھروں میں امن وسکون کی ضرورت ہے۔

- شوہر اور بیوی کے مابین خوشگوار ازدواجی تعلقات کی ضرورت ہے۔ مالک اور ملازمین کے مابین خوشگوار تعلقات کی ضرورت ہے۔
- اساتذہ اور طلبہ کے درمیان خوشگوار تعلقات کی ضرورت ہے۔

---

(۱) کتاب مقدس، افسیوں، ۳:۴۔۶
(۲) کتاب مقدس، متی، ۵:۹
(۳) کتاب مقدس، متی، ۵:۲۸
(۴) کتاب مقدس، گلتیوں، ۵:۲۲

- امیر و غریب کے درمیان قربت کی ضرورت ہے۔

اسی طرح مہاجرین و مقامی افراد کے درمیان اور مختلف نسل انسانی کے مابین اچھے تعلقات بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ لہٰذا امن معاشرتی سطح پر موجود تمام طبقات کے لئے ضروری ہے۔

معاشرے کے اندر عدم اطمینان اور بدامنی و بے سکونی کی اصل وجہ ہمارا گناہ کی طرف میلان ہے۔ انسان کا دل تکبر، کینہ و حسد اور خودغرضی جیسے سفلی جذبات و احساسات سے معمور ہے۔ جب ہم دوسروں کے احساسات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں تو گویا ہم دشمنی اور فساد کے شجر کا بیج بو دیتے ہیں۔ تاہم اگر ہم اپنی انانیت کی قربانی دوسروں کی خاطر دیں تو کوئی خاطر خواہ تبدیلی آسکتی ہے اور ہماری حالت بدل سکتی ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے مؤخر الذکر رویہ اپنانے کی بے حد ترغیب دی ہے۔ یقیناً اہل زمین کے ساتھ مہربانی کرنے والوں پر خدا عرش بریں پر مہربان ہو گا۔

مل جل کر سلامتی سے رہو

"تو اب اے بھائیو اور بہنو! میں خدا حافظ کہتا ہوں۔ کامل ہونے کی کوشش کرو۔ میں نے جن باتوں کو کرنے کے لئے لکھا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر اور سلامتی سے رہو تو بے لوث محبت والا خدا اور اسکی سلامتی تم پر رہے گی"۔ [۱]

تلقین امن

"تم ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہو روح کے ذریعے امن سے رہو۔ تم سب مل کر اس اتحاد کو بچائے رکھو جو سلامتی سے حاصل ہوا ہے"۔ [۲]

عیسائی تفہیمات و تعلیمات کے مطابق معاشرہ کے افراد کے مابین امن و شانتی کو رواج دینے کیلئے اصلاح کی از حد ضرورت ہے لیکن یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم سب سے پہلے اپنی انفرادی اصلاح کریں اور خدا کے ساتھ تعلق میں پختگی لائیں اور اس کیلئے وہ منہج اختیار کریں جس کا خدا نے اپنے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے حکم دیا ہے تب یہ اصلاح بھی قابل قبول و عمل بن سکے گی۔ عہد نامہ جدید میں پال اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام نے ادنیٰ موت کے وسیلے سے پوری دنیا پر محیط امن قائم کر کے دکھا دیا۔ جس میں ایک مکمل ہمہ گیریت پائی جاتی ہے۔ بے چارگی کے عالم میں سیدنا مسیح علیہ السلام کی وفات کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ اس بات کی

---

(۱) کتاب مقدس، کرنتھیوں، ۱۱:۱۳

(۲) کتاب مقدس، افسیوں، ۴:۳

غمازی کرتی ہے کہ اس میں خدا سے عمودی تعلق پایا جاتا ہے جبکہ بنی نوع انسان کے ساتھ اصلاح کا آفاقی پہلو بھی موجود ہے۔ لہٰذا پال کے مطابق جناب مسیح علیہ السلام کے ہاں نہ تو یونانی و یہودی کی تخصیص ہے اور نہ ہی غلام و آقا کا فرق۔ اسی طرح مرد و زن میں کوئی تفاوت نہیں کہ تم سب کے سب ہی مسیحی ہو۔

امن عالم کے قیام کے لیے ربانی امن کا فروغ

اناجیل بڑی شد و مد کے ساتھ اس بات کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں کہ امن کا بانی صرف خدا ہے اور کائنات میں اس وقت تک پائیدار امن قائم نہیں ہو سکتا جب تلک ربانی امن کو اس دنیا میں فروغ نہیں دیا جائے گا۔ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یروشلم میں واقع اپنی جائے پیدائش بیت اللحم میں ہویدا ہوئے تب فرشتوں نے ان الفاظ کے ساتھ زمزمہ پردازی کی تھی کہ ہر اوجِ عظمت صرف خدائے برتر ہی کے لائق ہے اور امنِ ارضی ان لوگوں کیلئے ہے جس سے وہ راضی ہو جائے۔ (۱)

نظم و ضبط کا خدا ہے نہ کہ انتشار و بد نظمی کا انجیل کا پیغام یہی ہے کہ وہ نظم و ضبط کا خدا ہے نہ کہ انتشار و بد نظمی کا جس نے دنیا کی بد نظمی اور بے ضابطگی میں ایک ضابطے کی کارروائی کی تاکہ اس دنیا کو اس کی اصل اور درست حالت میں لایا جاسکے۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے ہی تو اس نے جناب مسیح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے خدائے برتر و اعلیٰ کی بھرپور تائید و رضا کے ساتھ اپنا مشن پورا کر دکھایا۔ ایک جم غفیر انہیں خوش آمدید کہہ رہا تھا جیسا کہ انجیل میں ہے: وہ پکار رہے تھے: خداوند کے نام پر آنے والے بادشاہ کے لئے خوش آمدید۔ آسمان میں امن و امان ہو اور خدا کے لئے جلال و عظمت ہو۔ (۲)

آمد مسیح امن کی ضمانت

انجیل اس بات کی دعویدار ہے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام ہی امن کی ضمانت ہیں جیسا کہ انجیل میں ہے:

> ”کیوں کہ مسیح کی وجہ سے ہم امن میں ہیں مسیح نے ہم دونوں کو ایک کر دیا۔ یہودی اور غیر یہودی دونوں کو اس طرح علیحدہ کر دیا تھا جیسے ان کے درمیان ایک دیوار ہو وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے لیکن مسیح نے اس دشمنی کو اپنا جسم دیکر دور کیا۔ یہودی شریعت میں کئی احکام ہیں لیکن مسیح نے اس شریعت کو ختم کیا مسیح کا مقصد یہ تھا کہ دونوں گروہوں کے لو گوں کو ایک نئے انسان ان میں بنائیں ایسا کر کے مسیح نے امن قائم کئے۔ مسیح نے آکر تم غیر

---

(۱) کتاب مقدس، متی، ۲، ۱: ۲؛ لوقا ۱۱: ۲۔ ۱۴

(۲) کتاب مقدس، لوقا ۳۸: ۱۹

یہودی لوگوں کو امن کی تعلیم دی جو خدا سے بہت دور تھے اور اس نے یہودیوں کو بھی جو خدا کے نزدیک تھے امن کی تعلیم دی۔"(۱)

رسولوں کے اعمال میں یہود کے لیے خوش خبری دی گئی ہے جو امن سے مشروط ہے:

"خدا نے یہودیوں سے کہا ہے اور انہیں خوشخبری دی ہے کہ امن وامان یسوع مسیح سے ہی آتا ہے۔ یسوع ہی سب لوگوں کا خداوند ہے۔"(۲)

امن کے متعلق سیدنا مسیح علیہ السلام کے مزید ارشادات

"جہاں تک تم سے ممکن ہو سکے سب کے ساتھ امن سے رہو۔"(۳)

کرنتھیوں کے نام پولوس رسول اپنے پہلے خط میں سیدنا مسیح علیہ السلام کو پوری دنیا کے لیے امن کی آشا قرار دیتا ہے:

"میرا مطلب ہے خدا نے مسیح میں ہو کر دنیا اور اپنے درمیان امن قائم کر لیا۔ خدا نے لوگوں کو مسیح میں انکے گناہ کے لئے قصور وار نہیں ٹھہرایا اور اس نے امن کے اس پیغام کو ہمیں لوگوں کو سنانے کے لئے دیا۔"(۴)

اگر دورِ حاضر میں کرہ ارض پر نگاہ ڈالیں تو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ یہ دنیا پھر سے بدنظمی اور انتشار کا بری طرح شکار ہو چکی ہے۔ لوگوں نے اس کو خستہ حالی کا مجموعہ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ اگرچہ خدائے نظم و ضبط نے یہ دنیا بنا کر اسے لاوارث نہیں چھوڑ دیا اور نہ ہی وہ اپنی وسیع کرسی اختیار سے دستبردار ہو چکا ہے کہ محض انسانیت کی تباہی کا تماشا دیکھتا رہے۔ عہد نامہ قدیم کے پیغمبروں کا گمان حقیقی یہی ہے کہ اسرائیل پر آنے والا عذاب الٰہی دراصل ان کے اپنے کئے اور خدا کی نافرمانیوں اور اس کے انبیاء کے جھٹلانے کا انجام تھا۔ اور اگر وہ دوسرے بادشاہ کو شکست نہیں دے سکتا تو وہ اپنے سفیر کو بھیج کر اس سے امن معاہدہ کی گزارش کرے گا۔(۵)

---

(۱) کتاب مقدس، افسیوں۱۷،۱۵،۱۴، ۲:۱۴

(۲) کتاب مقدس، اعمال، ۱۰:۳۶

(۳) کتاب مقدس، رومیوں، ۱۲:۱۸

(۴) کتاب مقدس، ۱۔کرنتھیوں ۵:۱۹

(۵) کتاب مقدس، لوقا، ۱۴:۳۲

مسیحی امن فارمولہ

مسیحیت میں امن مشروط ہے ،امن کی تعلیمات بلا قید نہیں ہیں امن انہی کے لیے ہے جو باایمان (مسیحی)ہوں اور امن کے خواستگار ہوں اور ایسے لوگ جو ایمان سے عاری (غیر مسیحی)ہوں اور مسیحی معاشرہ سے جدائی کے طلب گار ہوں ان کے لیے امن کا فارمولا درج ذیل ہے:

"اگر ویسے مرد جو باایمان نہ ہو اور جدا ہونا چاہے تو اسے ہو جانے دو۔ ان حالات میں کوئی بھائی یا بہن پابند نہیں۔ خدا نے ہم کو پر امن زندگی کے لئے بلایا ہے۔"(۱)

عہد نامہ قدیم میں جس طرح دشمنوں کو نیست و نابود کرنے اور قتل و غارت گری کے واضح احکام موجود ہیں اس طرح کے احکام عہد نامہ جدید میں نہیں ملتے۔ عہد نامہ جدید میں امن کا پیغام نمایاں ہے' معاشرتی انصاف کی جگہ جگہ تلقین کی گئی ہے۔ درج ذیل نصوص ملاحظہ کریں:

"اور اپنے پیروں میں امن کی خوش خبری کی نعلین پہن لو جو تمہیں طاقت سے کھڑے رہنے میں مدد دے گی"۔(۲)

"تم سب امن اور سلامتی کی زندگی میں رہ کر اس کا اعزاز سمجھو اور اپنے کام کی طرف توجہ دو اور اپنی کمائی اپنے ہاتھ سے کما ہم تمہیں سب کرنے کے لئے پہلے ہی کہہ چکے ہیں"۔(۳)

"اور ان کے کام کے سبب سے محبت کے ساتھ ان کی بڑی عزت کرو۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہو"۔(۴)

"تم میرے سچے فرزند کی مانند ہو کیوں کہ تم ایمان رکھتے ہو۔ فضل و کرم،امن وامان اور سلامتی خدا باپ اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کی طرف سے تم پر نازل ہوتا رہے"۔(۵)

"اس کو بہت زیادہ مئے نہیں پینا چاہئے اور وہ لوگوں سے لڑنے والا نہیں ہونا چاہئے اسکو نرم مزاج اور پر امن ہونا چاہئے وہ ایسا نہیں ہو جو پیسہ سے پیار کرتا ہو"۔(۱)

---

(۱) کتاب مقدس،اکرنتھیوں۱۵:۷

(۲) کتاب مقدس ،افسیوں،۶:۱۵

(۳) کتاب مقدس ، تھسلنیکیوں،۴:۱۱

(۴) کتاب مقدس ، تھسلنیکیوں،۵:۱۳

(۵) کتاب مقدس ، تیمتھیس،۱:۲

"جب ہمیں سزادی گئی تو ہم لوگوں نے خوشی نہیں منائی بلکہ سزاپانا تو درد سے بھراہوا تھا۔ لیکن سزاپانے کے بعد ہم لوگوں نے سزاسے سبق سیکھا۔ ہم لوگ امن وامان میں ہیں کیوں کہ ہم لوگوں نے سیدھی زندگی گزارنی شروع کر دی ہے"۔[۲]

"لیکن جو حکمت اوپر سے آتی ہے پہلے یہ پاک ہے پھر پرامن۔ نرم اور وسیع ذہن آسانی سے قبول کرنے والی نئی سچائی یہ رحم سے بھرپور نیک عمل کرنے اور دوسروں کے ساتھ ایماندار اور غیر جانب دار رہتی ہے۔ جو لوگ امن کے لئے پرامن طریقے سے کام کرتے ہیں وہ راستبازی کے ذریعہ اچھی چیزوں کو پاتے ہیں"۔[۳]

تشکیل امن

تشکیلِ امن کے دائرے میں آزادی، تحفظ وبقاء، فلاح وبہبود، عظمت ورفعت اور سیاسی استحکام وغیرہ سب شامل ہے۔ اسی طرح جو کوئی بھی ان چیزوں کی تشکیل کیلئے کوشاں ہوگا اسے بجاطور پر تشکیل امن کا علمبردار کہا جائے گا۔ انجیل متی عیسائیت کے بنیادی اصول وضوابط کے تناظر میں سیدنا عیسی علیہ السلام کے پہاڑی وعظ کے حوالے سے یہ روایت کرتی ہے کہ امن کی تشکیل کیلئے کوشاں لوگ قابل ستائش ہیں اور انہیں اس کے بدلے میں خدا کے بیٹوں کے لقب سے پکارا جائے گا۔[۴]

چنانچہ امن کی نگہداشت میں کمی نہیں ہونی چاہئے اور اس سلسلے میں ہونے والی ہر کوتاہی اور غفلت کی تلافی کرنی چاہئے۔ امن کی تشکیل کا کام گویا ایک ایسی جنت ہے جس میں کوئی حور نہیں۔ البتہ فساد میں حصہ دار کیلئے بہت کچھ ہے۔ تاہم ایک دوسرے پر برہم ہونے اور دنگا فساد کرنے سے پرامن ہونا بہت ہی اچھا ہے اور ہمیں اس بات کو رواج دینا چاہئے کہ جب ہم گھر میں بھی داخل ہوں تو سب سے پہلے اہل خانہ کو پیغام امن دیں۔

امن صرف خدا کیساتھ پختہ تعلق کی بنیاد پر ہی استوار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تحفظ اور امان صرف خدا کی ذات ہی دے سکتی ہے جو امن کی اصل بنیاد ہے۔ خدا کے ساتھ یہ تعلق کی پختگی صرف خدا خوفی کے ساتھ ممکن ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ہمیشہ سچ بولیں، اپنے اخلاقی معاملات درست کریں اور اخلاق حسنہ کی ترویج کریں۔ ایک دھوکے باز

---

(۱) کتاب مقدس، تیمتھیس ۳:۳

(۲) کتاب مقدس، عبرانیوں، ۱۲:۱۱

(۳) کتاب مقدس، یعقوب، ۱۸، ۳:۱۷

(۴) کتاب مقدس، متی، ۵:۹

اور چرب زبان جھوٹا شخص کبھی بھی حقیقی امن کو نہیں پا سکتا اور نہ ہی کوئی ایسا انسان اس گوہر نایاب کو حاصل کر سکتا ہے جسے خدا پر یقین ہی نہ ہو۔

اپنے ہمسایوں سے محبت

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو معرکہء حیات میں پیش آنے والے مختلف نوعیت کے حالات کا

سامنا کرنے کا مکمل اور کوئی تفصیلی ضابطہ نہیں دیا۔ اس معاملے میں ان کی تعلیمات یہودی تعلیمات سے یکسر مختلف ہیں۔

متی کے مطابق اس ضمن میں ان کی تعلیمات یہ ہیں:

"اپنے والدین کی عزت کرو اور تمہیں اپنے ہمسائے سے محبت کرنی چاہیئے"۔ [۱]

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

"تم اپنے ہمسائے سے اسی طرح محبت کرو جس طرح اپنے آپ سے محبت کرتے ہو"۔ [۲]

لوقا کی انجیل میں بھی اسی بات پر ان الفاظ میں زور دے کر کہا گیا ہے:

"لیکن آدمی نے بتانا چاہا کہ وہ اس کا سوال پوچھنے میں سیدھا ہے اسلئے وہ یسوع سے پوچھا کہ میرا پڑوسی کون ہے؟ تب یسوع نے کہا، ایک آدمی یروشلم سے یریحو کے راستہ میں جارہا تھا کہ چند ڈاکوں نے اسے گھیر لیا۔ وہ اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اسکو بہت زیادہ پیٹا بھی اس کی یہ حالت ہوئی کہ وہ نیم مردہ ہو گیا وہ ڈاکو اسکو وہاں چھوڑ دیئے اور چلے گئے۔ [۳]

---

(۱) کتاب مقدس، متی، ۱۹:۱۹

(۲) کتاب مقدس، متی، ۲۲:۳۹

(۳) ایسا ہوا کہ ایک یہودی کاہن اس راہ سے گزر رہا تھا وہ کاہن اس آدمی کو دیکھنے کے باوجود اسکی کسی بھی قسم کی مدد کئے بغیر اپنے سفر پر آگے روانہ ہوا۔ تب لاوی اسی راہ پر سے گزرتے ہوئے اس کے قریب آیا۔ وہ بھی اس زخمی آدمی کی کچھ بغیر مدد کئے اپنے سفر پر آگے بڑھ گیا۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک سامری جو اس راستے پر سفر کرتے ہوئے اس جگہ پر آیا وہ راہ پر پڑے ہوئے زخمی آدمی کو دیکھتے ہوئے بہت دکھی ہوا۔ سامری نے اس کے قریب جا کر اس کے زخموں پر زیتون کا تیل اور مئے لگا کر کپڑے سے باندھ دیا۔ وہ سامری چونکہ ایک گدھے پر سواری کرتے ہوئے بذریعے سفر وہاں پہنچا تھا۔ اس نے زخمی آدمی کو اپنے گدھے پر بٹھائے ہوئے اس کو ایک سرائے میں لے گیا اور اس کا علاج کیا۔ دوسرے دن اس سامری نے دو چاندی کے سکے لئے اور اسکو سرائے والے کو دیکر کہا

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دشمنوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حق میں بھلا کرنے، انہیں قرض دینے کی تاکید فرماتے ہیں بے شک وہ قرض قرض خواہوں کو واپس نہ لوٹا پائیں۔ یقیناً انھیں اس کا اجر و ثواب ملے گا کیوں کہ خدا گنہگاروں اور ناشکر گزاروں کے حق میں بھی وہی حسنِ سلوک چاہتا ہے جو اپنے نیک بندوں سے کیونکہ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ گویا اہم بات ہمارا ہمسایہ ہونا ہے نہ کہ اس کی قومیت یا مذہب زیادہ اہم ہے۔ دوسرا کردار اس کہانی میں ایک پادری کا تھا جو اس یہودی کے پاس سے حقارت سے گزر گیا۔ تیسرا کردار ایک مربی کا ہے، جس نے ایک آدمی کو یوں پڑا دیکھا اور گزر گیا۔ چوتھا کردار ایک سامری کا ہے۔ یہی سامری جو کہ یہودی مذہب کے نزدیک ملحد تھا، اسی نے انسانی ہمدردی اور بھائی چارے کا پرچار کرتے ہوئے اس مرتے ہوئے یہودی کی مدد اور مداوا کرنے کی کوشش کی۔ وہ سامری اس زخمی اور خستہ حال یہودی کے پاس گیا اور اس کی مرہم پٹی وغیرہ کی پھر اس یہودی کو اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور ایک سرائے میں لے جا کر اس کی مزید معاونت اور مدد کی۔ اس واقعہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے یہ پیغام دیا ہے کہ ہمسایہ محض وہ شخص نہیں ہوتا جو آپ کے برابر میں رہتا ہے یا جس کا تعلق آپ کے قبیلے اور ملک سے ہوتا ہے بلکہ ہمسایہ تو ہر وہ شخص ہوتا ہے جو آپ کے ساتھ بغیر مذہبی، نسلی اور اخلاقی تعلق کے بھی وابستہ ہو چکا ہے۔ (۱)

صاحب تفسیر الکتاب لکھتے ہیں:

> "سامری نے سارے انسانوں کا احترام کرنا سیکھا تھا اس لیے اس پر ترس کھاتا ہے جس طرح وہ چاہتا ہے کہ ایسی حالت میں مجھ پر ترس کھایا جائے اس سامری کا ترس کوئی بے عمل ترس نہ تھا۔ اس نے صرف اپنا دل ہی نہیں بڑھایا بلکہ اس بے کس زخمی آدمی کی مدد کے لیے اپنا ہاتھ بھی بڑھایا" دیکھئے کہ یہ سامری کیسا ہمدرد ہے۔ وہ زخمی آدمی کے پاس آیا۔ کاہن اور لاوی اس سے دور دور رہے تھے۔ اس وقت کوئی ڈاکٹر کوئی جراح نہیں مل سکتا تھا اس لیے اس سامری نے خود یہ کام کیا۔"(۲)

کہ اس زخمی آدمی کی دیکھ بھال کرنا اگر کچھ مزید اخراجات ہوں تو پھر جب میں دوبارہ آؤں گا تو تجھ کو ادا کرونگا۔ یسوع نے اسکو پوچھا کہ ان تینوں آدمیوں میں سے کس نے ڈاکو کے ہاتھ میں پڑے آدمی کا پڑوسی ہونا ثابت کیا ہے؟۔" کتاب مقدس، لوقا، ۲۹:۱۰۔۳۶

(۱) میھتیو، ہینری کامنٹری، تفسیر الکتاب، چرچ فاونڈیشن سیمینار، لاہور، ۲۰۰۵ء، ۳/۷۵۳

(۱) کتاب مقدس، لوقا، ۲۹:۱۰۔۳۶

جس دور میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہمسایوں کے ساتھ محبت کرنے کا درس دیا، تب یہودی مذہبی اکابرین کے نزدیک ہمسایہ صرف خونی رشتے کے ذریعے وابستہ شخص تسلیم کیا جاتا تھا۔ اپنے ہمسائے سے محبت کرنا کا مطلب یہ ہے کہ اس کی آڑے وقت میں امداد کی جائے اور اس کی ضروریات پوری کی جائیں اور اس کی کوتاہیوں پر درگزر کیا جائے۔ اس کا دکھ درد بانٹا جائے۔ اس کا بوجھ ہلکا کیا جائے۔ یہ محض خیالات یا جوشیلی باتیں نہیں ہیں بلکہ یہ (خدمت) ایک ایسا انداز اور رویہ ہے کہ جو اپنے اندر بہت اثر رکھتا ہے۔ انجیل مقدس واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ روح کا پھل مہر و محبت، لطف و عنایت، موافقت و مؤدت، امن اور آشتی ہی ہے، جبکہ نفرت، غصہ، کینہ و حسد، اداسی و پریشانی، قتل وغارت، فساد وغیرہ یہ سب جسم کے کارنامے ہیں۔

دشمنوں سے محبت

ایک عیسائی کا اپنے دشمن کے ساتھ کیسا برتاؤ ہونا چاہئے؟ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت میں عقل و دانش کے تمام جواہرات پوشیدہ ہیں۔ جتنا زیادہ مطالعہ آپ علیہ السلام کی ذات کا کیا جائے گا اتنا ہی زیادہ پختہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ انہوں نے اپنے دشمنوں سے محبت کرنے کا جو سبق دیا ہے وہ دراصل بنیادی تعلیم ہے نہ کہ فروعی معاملہ۔ گرجے کی تعلیمات اور اس کی تفہیم میں اس بات کا ایک اپنا الگ سے وجود پایا جاتا ہے۔ دراصل یہ بنی نوع انسان کی اپنی بقاء کے لئے بھی بنیاد ہے۔ چنانچہ جب تک ہم حقیقی طور پر اپنے دشمنوں کے ساتھ محبت کرنا نہیں سیکھ لیتے تب تک کرۂ ارض فساد کا منظر پیش کرتی رہے گی۔

لوقا کی انجیل میں ہے:

> ”اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی اپنے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اگر تم ان ہی کا بھلا کرو جو تمہارا بھلا کریں تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور اگر تم ان ہی کو قرض دو جن سے وصول ہونے کی امید رکھتے ہو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ گنہگار بھی گنہگارروں کو قرض دیتے ہیں تاکہ پورا وصول کر لیں۔ مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر ناامید ہوئے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہوگا اور تم خدا تعالیٰ کے بیٹے ٹھہرو گے کیونکہ وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحم دل ہو۔“ [1]

---

(۱) ایضا:۶:۳۲۔۳۶

آپ ﷺ کے پہاڑی وعظ میں بنیادی اور سماجی ضابطہ موجود تھا۔ جس میں سے چند بہت ہی مشہور اقوال درج ذیل ہیں:

''لیکن میں تم سے جو کہتا ہوں کہ تم کسی پر غصّہ نہ کرو ہر ایک تمہارا بھائی ہے اگر تم دوسروں پر غصہ کروگے تو تمہارا فیصلہ ہو گا اور اگر تم کسی کو برا کہوگے تو تم سے یہودیوں کی عدالت میں چارہ جوئی ہوگی۔ اگر تم کسی کو نادان یا اُجڈ کے نام سے پکاروگے تو دوزخ کی آگ کے مستحق ہوگے... ''زنانہ کرو'' اور یہ بھی کہا'' کسی کو ہلاک نہ کرو۔ اگر تم زنا نہیں کرتے ہو لیکن کسی کو ہلاک کرتے ہو، تب تم خدا کی شریعت کو توڑنے والے ٹھہرے۔''[1]

رحمتِ عمومی کی غیر معمولی قدر بطور ثبوت رحمت خداوندی کے ہونی چاہیۓ۔ ان عام خدا کی عنایات کو بلا تخصیص اچھے بُرے میں تقسیم کیا جانا چاہیۓ۔ خدا کی نعمتیں شریر لوگوں کیلیئے بھی سخاوت ہوا کرتی ہیں جو ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کو محض خدا کے بچوں کی حیثیت سے قبول کیا جائے گا اگر ان کی اچھائیوں کو خصوصی طور پر دیکھا جائے۔ اگرچہ عوام اپنے دوستوں سے بھی محبت کیا کرتی ہے۔ طبیعت ان کی طرف مائل ہوتی ہے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں یہ ایک انسانیت کا عام پہلو ہے، تاہم ہمیں ضرور اپنے دشمنوں سے محبت کرنی چاہیۓ کہ ہم ان سے بازی لے جائیں۔

مسیح علیہ السلام نے پطرس سے کہا تھا:

''تلوار میان میں واپس رکھ دو، جو کوئی بھی تلوار اٹھائے گا وہ تلوار ہی کے ذریعے نابود کر دیا جائے گا''۔[2]

اس طرح ایک اور اہم میدانی خطبے میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یہ ارشاد بھی فرماتے ہیں:

''میں تمہیں جو کہتا ہوں اسے خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لو! کہ تم اپنے دشمنوں سے پیار کرو، جس نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور جو تمہیں گزند پہنچاتا ہے تم اس کیلیئے دعا کرو''۔[3]

ہمیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یہ بتاتے ہیں کہ ہم دوسروں سے اس انداز میں محبت کریں جس طرح خدا ہم سے غیر مشروط محبت کرتا ہے۔ ہم گناہ گار ہوتے ہیں خدا تب بھی ہم سے محبت ہی کرتا ہے۔ خدا ہم سے محبت کرتا ہے

(۱) کتاب مقدس، یعقوب، ۲:۱۱

(۲) کتاب مقدس، متی، ۲۶:۵۲

(۳) کتاب مقدس، متی، ۵:۴۴

اس چیز سے بے نیاز ہو کر جو ہم نے کیا ہے اور جو ہم آئندہ کریں گے۔ چنانچہ خدا کی محبت تو ہمارے ساتھ غیر مشروط ہی ہوتی ہے اسی طرح خدا ہم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم بھی دوسروں کے ساتھ اسی طرح بے نیاز محبت کریں۔

اس حکم نامے میں سیدنا مسیح علیہ السلام نے یہ وضاحت فرمادی ہے کہ محبت حقیقی کرنے والا بغیر کسی امید کے محبت کیا کرتا ہے۔ ہم طبعی طور پر سچے پیار کو جانتے ہیں اگر ہم اس پا سکیں تو، ہم اسے خدا سے حاصل کرسکتے ہیں، اپنے والدین سے اور اپنے انتہائی قریبی دوست سے بھی۔ اگرچہ یہ مسلسل نہیں ہوتا مگر ہمیں اس کا تجربہ ضرور ہو جاتا ہے اور ہمیں اس بات کی چنداں حاجت نہیں رہ جاتی کہ ہم سچے اور حقیقی پیار اور جھوٹے پیار میں فرق بتائیں جو محبت ہی کے نام پر کیا جاتا ہے مگر بغیر کسی روحانی و مسیحائی محرک کے بغیر، محض ایک خالی محبت کا نام۔ عملی محبت ہی جواب ہے جو کہ مسیحؑ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے دشمنوں کے ساتھ کریں۔ یہی ایک اصول ہے جس کے ذریعے ہم ربانی محبت اور پیغام کو اپنے دشمنوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کے ساتھ عام کرسکتے ہیں۔

جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے پہاڑی پر اپنا وعظ کیا تو انہوں نے اپنے پیروکاروں سے خود مختار زندگی گزارنے کیلئے ایک واضح اصول اپنانے کا کہا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ مسیحی عقیدے کی رُو سے محبت کیلئے کوئی معادلے کی شرط نہیں۔ اپنے دشمنوں سے محبت کرو، یہ حکم بلاشرط محبت کے ساتھ اس آفاقی پیغام کی بڑی واضح تشریح کر دیتا ہے۔ دوسروں کو بچانے کیلئے کسی آدمی کو مارنا اس سے مستثنیٰ ہے کہ ایسا پیار آفاقی نہیں ہو سکتا حالانکہ عام تاثر یہی ہے کہ دفاعی جنگ کی انجیل میں کوئی بنیاد نہیں۔

عفو و درگزر

انجیل اسی بات پر بہت زور دیتی ہے کہ دوسرے انسانوں کی کوتاہیوں سے درگزر کیا جائے۔ اگرچہ معافی کوئی آسان بات نہیں ہے کیونکہ کسی کی زیادتی کو محض ایک لفظ معافی سے تو نہیں بھلایا جاسکتا چنانچہ دوسروں کو معاف کر دینا بڑا ہی بلند ہمت کام ہے۔ تاہم ہمیں ضرور منتقم اور کینہ پروری کی بجائے عفو و درگزر سے ایسے معاملات کو حل کرنا سیکھنا ہو گا۔

لہٰذا انجیل کی مندرجہ ذیل تعلیمات اسی سلسلے میں ہیں کہ ہمیں کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ رواداری اور درگزر کے ذریعے نہ صرف کام لینا ہو گا بلکہ ہمیں دوسروں کے قرضے بھی معاف کرنے ہونگے۔

انجیل کی درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں: ''میں تم سننے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ جو تم سے عداوت رکھیں ان کا بھلا کرو''[۱]

''اور جس طرح ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر.....اور ہمارے گناہ معاف کر کیونکہ ہم بھی اپنے قرض دار کو معاف کرتے ہیں اور ہمیں آزمائش میں نہ لا''۔[۲]

''اگر تم دوسرے لوگوں کی کوتاہیاں معاف کر دوگے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمہاری غلطیاں معاف فرما دے گا لیکن اگر تم لوگوں کی غلطیاں معاف نہیں کروگے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمہاری خطائیں معاف نہیں کرے گا''۔[۳]

''تب پطرس اوپر آیا اور اپنے آقا سے کہا! اگر میرا بھائی میرے خلاف برائی کرے تو میں کتنی مرتبہ اسے معاف کروں؟ کیا اسے سات دفعہ معاف کر دوں؟ تب مسیحؑ نے اسے جواب دیا، بلکہ تو اسے ستر بار معاف کر دے میں تمہیں سات دفعہ نہیں بلکہ ۷۰ دفعہ معاف کرنے کا حکم دیتا ہوں''۔[۴]

''پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے''۔[۵]

''اور ہمیں معاف کر دے، اس کے بدلے میں کہ ہم نے اپنے قرض مند کو معاف کر دیا''۔[۶]

''اگر تیرا بھائی تیرا گناہ کرے تو جا اور خلوت میں بات چیت کر کے اسے سمجھا۔ اگر وہ تیری سنے تو تُو نے اپنے بھائی کو پا لیا۔ اور اگر نہ سُنے تو ایک دو آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جا تا کہ ہر ایک بات دو تین گواہوں کی زبان سے ثابت ہو جائے۔ اگر وہ ان کی سننے سے بھی انکار کرے تو کلیسیا سے

---

(۱) کتاب مقدس، متی ۴:۱۶۔۱۵

(۲) کتاب مقدس، لوقا، ۳۵:۶

(۳) لوقا ۴:۱۱

(۴) کتاب مقدس، متی ۴۳:۵

(۵) کتاب مقدس، افسیوں ۳۲:۴

(۶) کتاب مقدس، متی ۱۲:۷

کہہ اور اگر کلیسیا کی سننے سے بھی انکار کر تو تُو اسے غیر قوم والے اور محصول لینے والے کے برابر جان "۔[۱]

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ دوسروں کو گزند اس لئے پہنچاتے ہیں کہ وہ اس بات سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ ہمیں ضرور دوسروں کو ان کی ضروریات کیلئے قرض دینا چاہئے اور معاف کر دینا چاہئے۔ ہمیں ہمیشہ اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ ہم برائی کو اچھائی کے ذریعے ختم کریں اور دوسروں کے ساتھ پرامن رہیں۔

بلامزاحمت، بلاتشدد

عیسائیت پر عمل کرنے والے کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ انجیل جناب عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور خدمتِ انسانیت کا پرتو ہے کہ آپ کی ساری زندگی تشدد اور مزاحمت سے پاک تھی۔ عیسائیت کی پہلی صدی عدم تشدد کی واضح مثال اور ثبوت ہے جس کی بنیاد دراصل سیدنا عیسی علیہ السلام کی تشدد سے پاک ان تعلیمات پر پختہ عمل درآمد تھا۔

"میں تمھیں تمہارے دشمنوں کے ساتھ محبت کا سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہوں اور ان کے لئے دعا کرنے کا کہتا ہوں جو تمھیں کوئی تکلیف دیتا ہے۔[۲]

انجیل متقاضی ہے اس بات کی کہ ہر عیسائی کو امن کی تشکیل دینے والا ہونا چاہئے۔ اسے دنیا میں امن کے دیرپا قیام کی کوششوں سے بخوبی آگاہ اور متعلق ہونا چاہئے اور اس کی تشکیل کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا چاہئے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق ایسا رویہ اختیار کر کے ہی کوئی مسیحی کہلا سکتا ہے۔

امن پسندی

مسیحیوں میں "امن پسند" تحریک ابتداء ہی سے بہت مقبول رہی ہے۔ یہ ایک عیسائی کو جنگ میں شرکت سے روکتی ہے۔ ابتدائی دور کے رومن حکمرانوں کے ہاں عیسائی سپاہیوں کے شواہد بالکل نہیں ملتے۔ چرچ، عیسائیوں کو جنگ و جدل سے روکتا ہے اور اس قسم کی سرگرمیوں سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ ابتدائی عیسائی ادب میں بھی اس قسم کی سرگرمیوں کے بارے میں کوئی تحریر نہیں ملتی۔ مسیحی تعلیمات جیسے "دشمن سے محبت کریں" کسی کو قتل نہ کریں"؟ اور "اگر کوئی ایک طمانچہ مارے تو اپنا دوسرا گال اسے پیش کر دیں" اس تحریک کے ابتدائی حوالے ہیں۔

---

(۱) کتاب مقدس، لوقا ۱۱:۴

(۲) کتاب مقدس، متی ۱۸:۲۱

ایک بڑی مثال یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی گرفتاری کے وقت اپنے ساتھی پطرس اور باقی حواریوں سے اپنے دفاع کے لیے مدد نہیں مانگی۔

دوسری صدی کی دستاویزات جو اسکندریہ کے چرچ سے لی گئی ہیں،(A postalic Tradition) کے نام سے موسوم ہیں۔ امن پسند تحریک کی وکالت کے لیے بہت مشہور ہیں جن میں حکم ملتا ہے کہ جس شخص کے ہاتھ میں تلوار ہے اسے چاہیے کہ وہ پھینک دے اور جو آرمی کا پیشہ اختیار کرتا ہے وہ خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

چوتھی صدی تک اس طرح کی تعلیمات عیسائیوں میں غالب رہی ہیں۔ "کہ میں سپاہی نہیں بنوں گا۔ میں گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میں ایک عیسائی ہوں۔"۔ مسیحی تاریخ میں "سینٹ مارٹین" کو عیسائیت قبول کرنے کے بعد آرمی چھوڑنے پر قتل کر دیا گیا۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں عصر حاضر میں بھی ملتی ہیں۔[۱]

خدمت انسانیت

انجیل مقدس کا ایک بڑا حصہ اس بات پر زیادہ زور دیتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کیا عمل کر کے دکھایا۔ ان کے معجزات مسیحائی، ان کا دوسروں کی مدد کیلئے بھاگ دوڑ کرنا، غریبوں کی دلجوئی کرنا، عاجزی وانکساری کی طرف ان کی رہنمائی، خلوص ومسکنت سے لبریز اور کسی حیلے اور ستائش سے بے نیاز ان کی خدمتِ انسانیت مشعل راہ ہے۔

مندرجہ ذیل انجیل کی آیات میں خدمتِ انسانیت پر بہت زیادہ تاکید آئی ہے:

> "بلاشبہ انسان دوسروں کی خدمت کیلئے بھیجا گیا تھا نہ کہ اس لئے کہ دوسرے اس کی خدمت کریں، تم میں سے عظیم وہ ہے جو تمہاری خدمت کرتے ہیں، جو خود کو بلند کرنے کی کوشش کرے گا وہ پست کر دیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو پست رکھے گا اسے بلند کر دیا جائے گا۔ خداوند کے سامنے اپنے آپکو عاجز بنو پھر وہ تمہیں سربلند کرے گا۔[۲]

---

(۱) کتاب مقدس، متی ۵:۴۴

(۲) Jacques E L, Voilence: Reflections from christan perspective, P. 9

> ”سب سے بہترین تم غریب لوگ ہو، خدائی سلطنت تمہاری ہے، سب سے بہترین تم بھوکے لوگ ہو، تمہیں ضرور کھلایا جائے گا، سب سے بہترین تم رونے والے لوگ ہو تمہیں ضرور ہنسایا جائے گا“۔[۱]

> ” تمہارا خدا ہم سب کا معلم ہے، اس نے اور میں نے تمہارے پاؤں دھوئے ہیں تو تمہیں بھی چاہیئے کہ تم دوسروں کے پاؤں دھو دو سو میں تمہیں اپنی مثال دے چکا ہوں۔ تمہیں چاہیئے کہ تم بھی اب وہی کرو جو میں نے تمہیں کر دکھایا ہے“۔[۲]

جناب مسیح علیہ السلام نے اپنا بیشتر وقت نادار لوگوں کی مدد کرنے میں گزارا۔ انہوں نے ان کی مسیحائی کی جو بے چارے بیمار تھے اور اکثر گناہ گاروں اور بھتہ خوروں کے ساتھ بیٹھ کر بھی کھانا کھایا ہے جس کو اپنے معاشرے میں بہت برا سمجھا جاتا تھا۔

سیدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کی پیروی کرنے کیلئے ضروری ہے کہ عین ان کے نقش قدم پر چلا جائے۔ غریبوں کی امداد کی جائے، محبت والے کام کئے جائیں، مصیبت زدہ اور روتی ہوئی انسانیت کی حمایت کی جائے۔ کسی غریب کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔ کسی جاہل سے نفرت نہ کریں، کسی معذور اور بے چارے انسان سے پر خلوص دوستی کریں اور ہر ممکن طریقے سے عملاً اس کی مدد کریں۔

قانون کا احترام

> ” جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے یہ پوچھا گیا کہ آیا یہ قانونی طریقہ ہے کہ ہم قیصر روم کو ٹیکس ادا کریں؟ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: جو کچھ قیصر کا حصہ ہے وہ قیصر کو دیا جائے اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دیا جائے“۔[۳]

ایک مملکت کا اپنے شہریوں پر یقینی استحقاق ہو سکتا ہے۔ یہاں قیصر کا مطلب ہے مملکت اور حکومت جو قوانین بناتی ہے اور شہریوں کا فرض ہے کہ وہ ان قوانین کا احترام کریں۔ ٹیکس ادا کرنا اسکی ایک مثال ہے۔ ایک حکومت اپنے شہریوں کو مختلف سہولیات مہیا کرتی ہے چنانچہ شہریوں کو چاہیئے کہ وہ اس کے بدلے میں ٹیکس ادا کریں۔

---

(۱) کتاب مقدس، یعقوب ۱۰:۴

(۲) کتاب مقدس، لوقا، ۲۱، ۲۰:۶

(۳) کتاب مقدس، یوحنا، ۱۴:۱۳

البتہ بعض اوقات حالات کی مناسبت سے کچھ حدود و قیود ہو سکتی ہیں جن میں رہ کر ایک حکومت اپنے شہریوں سے مطالبہ کر سکتی ہے۔ اسی طرح خدا کو دو دراصل اس بات کی وضاحت ہے کہ حکومت کی اطاعت کس حد تک کرنا ہو گی۔ اسی طرح کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق صرف خدا سے ہوتا ہے۔ جبکہ ہر طرف حقیقی بادشاہت صرف اس کی ہے۔ سب سے اعلیٰ وفاداری صرف خدا کے ساتھ کی جائے یہی عیسائیت کا درس ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی سادہ پر امن اور فطری تعلیمات بلاشک وشبہ اسی وقت تک محفوظ رہیں جب تک سینٹ پال نے مسیحیت قبول نہ کرلی۔ ان سادہ تعلیمات میں اس قدر غایت درج تفصیل وضاحت نہ تھی کہ جس کی روشنی میں زندگی کے اہم مسائل سلجھائے جاسکتے۔ سینٹ پال کی جاہلی خرافات اور لغویات کی آمیزش نے مسیحیت کے سچے پیغام کی وہ خوفناک تشریح کی جس سے بالآخر مسیحیت چند بے جان مراسم اور بے کیف عقائد کا نام ہی رہ گئی۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال“ کے اثر میں لکھا ہے:

”چھٹی صدی میں مسیحیت کے احوال مشہور زمانہ عیسائی مورخ اور مترجم قرآن سیل لکھتا ہے کہ مسیحیوں نے بزرگوں اور مسیح کے مجسموں کی پرستش میں اس حد تک غلو کیا کہ رومن کیتھولک عیسائی بھی ایسا نہ کرپائے تھے۔ اسی غلو کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر نفس مذہب اور حکومتی مباحث ایسے ابھرے کہ بے نتیجہ اختلافات کی شورش نے پوری قوم کو الجھا کر اس طرح رکھ دیا کہ جس کا انجام بڑے خونریز جنگی معرکوں کی شکل میں سامنے آیا۔ وجود مسیح کی تشریح سمجھنے لگا مخالفین مذہب کو سزائیں اس حد تک دی گئیں کہ جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔“ متضاد مذہب کے پیروکار قیرس (cyrus) کی نیابت مصر کے دس سال کی تاریخ وحشیانہ سزاؤں اور لرزہ خیز مظالم کی داستانوں سے لبریز ہیں“[1]

مسیحیت کی آواز امن نام نہاد مذہب کے ٹھیکے داروں اور ملاؤں نے تصور مذہب کی بھیانک تشریح کرتے ہوئے امن وامان کا قتل عام کر ڈالا، جو مسیحیت کبھی تصور فلاح کی نامور داعی تھی پانچویں صدی تک پہنچتے پہنچتے پیغام خدا کی خوفناک تصویر پیش کرنے لگی۔

رابرٹ بریفالٹ ایک مشہور مسیحی مصنف لکھتا ہے:

---

(1) کتاب مقدس، متی، ۲۲:۱۷

"پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی رہی جو کہ تدریجا زیادہ گہری اور بھیانک ہوتی چلی جارہی تھی۔ اس دور کی وحشت وبربریت زمانہ قدیم کی وحشت وبربریت سے کئی درجہ زیادہ بڑھی ہوئی تھی کیوں کہ اس کی مثال ایک بڑے تمدن کی لاش کی تھی جس کے نشانات مٹ رہے تھے۔ جس پر زوال کی مہر لگ چکی تھی۔ وہ ممالک جہاں پر تمدن برگ وبار لایا تھا اور گزشتہ زمانہ میں اپنی ترقی کو پہنچ چکا تھا جیسے اٹلی، فرانس، مگر اب وہاں طوائف الملوکی اور ویرانی کا دور دورہ تھا"۔ (۱)

امن کا یہ قتل اور تعلیمات کی کھلی تحریف عیسائیت کے لیے ایک بد نما داغ بن گئی۔ افسوس کہ اسی عیسائیت نے آج مسلمانوں کے ناک میں دم کرر کھا ہے۔

پر امن تعلیمات اور مسیحیت کی خونچکاں تاریخ

مسیحیت کی کتب مقدسہ کی روشنی میں امن کی مختلف جہات کے جائزہ کے بعد ایک خوفناک جہت مسیحیت کا تعامل و تفاعل ہے جو مسیحیت کی خوبصورت پر امن تعلیمات کے عموما بر عکس رہا ہے مسیحیت کا ایک قاری جب مسیحیت کی خون آشام تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے تو یہ خوفناک تضاد اسے اس سوچ پر مجبور کرتا ہے کہ ایک عظیم شاکر و صابر، صبر و تحمل کے پیکر، عفو و درگزر کے مدرس نبی کی عمدہ تعلیمات کا رنگ اسکے پیروکاروں پر اسقدر متناقض و متضاد کیوں نظر آتا ہے۔

اس کے کئی عوامل واسباب پر محققانہ نظر دوڑانے کی ضرورت ہے:

سب سے پہلا سبب تو ہوائے نفسانی و شیطانی کی تکمیل کی خواہش ہے جو بالعموم ہر پیغمبر کے خیر القرن سے دوری کے باعث امتوں میں واقع ہوتی رہی۔ جوں جوں انسانوں میں نبوت کی کرنوں کی روشنی ختم ہوتی گئی۔ خواہشات عود کرتی آیئں۔ مگر یہاں حیران کن امر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پاکیزہ تعلیمات کو تو بہت جلد ہی سینٹ پال کی دیمک زدہ سوچ نے تباہی کے دہانے لگا دیا۔ مختصر وقت میں ہی اس شخص نے اپنی چرب زبان اور خود کار انکشافات کے زریعے مسیحیت میں جگہ پالی اور دعویٰ کیا کہ وہی مسیحیت کا اصلی مصلح اور حقیقی مسیحیت کا علمبر دار ہے۔ مذہب کی غلط تاویلات اور تشریحات نے مسیحی عوام کو ایسا اندھا کیا کہ وہ سینٹ پال کے خود ساختہ عقیدہ کفارہ سے خود کو نجات یافتہ سمجھنے لگے۔ مسیح کی صلیب پر کسمپرسی کی موت کے باطل نظریہ کا سہارا لیکر سینٹ پال نے شریعت سے گلو خلاصی اور

(۱) ندوی، ابوالحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر۔ مجلس نشریات اسلام کراچی، ص ۴۲، ۴۳

اپنی دکانداری چمکانے کی آسان راہ نکال لی۔ من مانی تشریحات کے زریعے عوام کے استحصال نے مسیح کے پیش کردہ امن کے تصور کو گہنا دیا۔ چہ جایکہ لوگوں کو تعلیمات مسیح کا مطالعہ کرنے اور اسکی تفہیم کی دعوت دی جاتی اسکے برعکس پیشوایان مذہب خود کو مسیح کا حقیقی نائب قرار دیکر یسوع مسیح کے نام کے طفیل ہی لوگوں کو بخشش کی گارنٹیاں دیتے رہے یہاں تک کہ لوگوں میں یہ عقیدہ اس قدر پختہ ہو گیا کہ پوپ کے پیش کردہ عقیدہ و نظریہ اور حکم کے برعکس چلنا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا ہے۔ اور پھر پیشوایان مذہب کیطرف سے جبر واستبداد اور ظلم واستحصال کی وہ لہر اٹھی کہ الامان والحفیظ۔ اسی نقطہ نظر سے ہر جور و جبر کا ہر راہ اسطرح کھل گیا کہ جس سے خود مسیحیت بھی چلا اٹھی بھلا وہاں کوئی اور کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا۔

ایک دوسرا بڑا اور بنیادی سبب تحریف شدہ تورات کے احکام تھے جو بنی اسرائیل کو اپنے ماسوا اقوام و مذہب کے متبعین کے ساتھ سلوک کرنے کے ضمن میں انہیں دیے گئے تھے جس کا پہلا شکار عیسائی ہوئے۔ خمیس موسیٰ کی روشنی میں یہود نے ایک ایک کر کے انہیں فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ یہود کے ہاتھوں پسے ہوئے ان مسیحیوں میں اس رد عمل کا اظہار فطری تھا۔ کہ وہ بھی موقعہ ملنے پر ان سے خونریز ٹکراؤ کرتے اور ان سے خدا کے نام پر گن گن کر بدلے لیتے۔

اینڈریو کیر نگٹن ہچکاک کے مطابق یہود اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ احبار ساتویں صدی قبل مسیح علیہ السلام میں ہیکل سلیمانی میں مدفون ملی۔ اس میں امت موسیٰ کے لیے قوانین مرتب کیے گیے ہیں اس میں موسیٰ علیہ السلام یہ کہتے پائے گئے ہیں۔ خدا جنگجو ہے اور داود سے منسوب ہے خدا میرے ہاتھوں کو جنگ کرنے کا درس دیتا ہے۔ یہووا وعدہ کرتا ہے کہ وہ تمام تر اقوام برباد کر دی جایئں جن سے یہود بر سرپیکار ہوں وہ کہتا ہے حومی، کنعانی، حطی قوموں کو ایک ایک کر کے برباد کر دو وہ کہتا ہے زمینیں بنی اسرائیل فتح کریں گے۔ (1)

امن حقیقی کو تباہ کرنے والی نام نہاد عیسایئت اور اس کے برعکس مسلم فاتحین کا پر امن شاندار عظیم رویے پر تذکرہ ایک مسیحی مصنف ہچکاک کی زبانی کچھ یوں ہے:

تیرہویں صدی کے اواخر تک عیسائی یورپ کا مسلم فاتحین کے خلاف غم وغصہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ اسلام سے ٹکرا کر پوپ کی ناقابل تسخیر عظمت و روحانیت کا پردہ چاک ہو چکا تھا۔ اسلامی تہذیب، تمدن، شرافت نجابت و اخلاق نے عیسائیٔ صلیب برداروں کی بربریت و خود پسندی کو بھی کند کر کے رکھ دیا تھا۔ انہیں اس کردار کے مقابلے میں اپنی

---

(1) Brefault, Robert .The Making of Humanity .P 164

زات ہیچ نظر آئی۔ لیکن وہ نفرت جو دو ٹکرانے والی قوتوں کے مابین لابدی ہوتی ہے دیوار بن کر کھڑی ہو گئی۔ اور یہ لوگ اسلام کی سچائی اور حق پرستی کی داد نہ دے سکے وہ ایشیا کے ساحلوں سے نئی زندگی کا نیا شعور لے کر پلٹے انہیں اپنی عیسائی فکر میں ہی کیڑے دکھائی دینے لگے پادریوں کی نئی عدالتیں قایم ہوئیں اور عیسائی عوام کے فاسد خیالات کا جائزہ لیکر ناقص کو زندہ جلانے اور عذاب دیکر مارنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ عیسائیت کے مستحکم ایوان میں یہ ایک دھماکہ تھا۔ کیونکہ صدیوں سے عیسائیت کے پیروکار اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر پوپ کے گرد طواف کر رہے تھے۔ پوپ کے عوام پاپایئت، شہنشاہیت اور فیوڈل ازم کی نئی تثلیث میں پھنسے ہوئے تھے اور ان میں حقوق کے لیے آواز بلند کرنے کی سکت نہ تھی۔ صلیبی جنگوں نے انہیں اسلام کی کشادہ دلی اور دل پزیر ہواؤں سے آشنا کیا تو وہ ہوش میں آ گئے۔ عیسائی مبلغ افریقہ کے آدم خوروں کو یہ درس دینے لگے کہ اگر تمہارے ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا آگے کر دو یہ سمجھے بغیر کہ عیسیٰ کا یہ قول صرف غیر سفید اقوام کے لئے ہی قابل عمل کیوں ہے۔ یونانیوں اور مسلم مفکروں کے افکار سے عیسائیت لرزہ بر اندام ہو گئی۔ اور ایسا نظر آنے لگا کہ پاپائیت نے اسکے خلاف سد باب نہ کیا تو اسکا اپنا وجود حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا۔[1]

قصہ مختصر یہ تھے وہ مسیحت کے علمبردار جنھوں نے مسیحیت کی صاف ستھری اور سادہ تعلیمات کو چھوڑ کر عصیان و نافرمانی کی راہ اختیار کی اور معصوم انسانئیت کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے اور ان مذہب کے نام نہاد ٹھیکداروں نے یورپ کے بادشاہوں کو مذہب کی آڑ میں ظل اللہ اور مامور من اللہ بنا ڈالا تھا یہ کہتے ہوئے کہ انہیں بادشاہت کا حق خدا نے ودیعت کیا ہے دولت کی ریل پیل دنیا جہاں کی نعمتوں کی فراوانی اور اقتدار کے نشے میں ایسے مگن ہوئے کہ انہیں خدا بھی یاد نہ رہا اور امن کے مبلغین نے عوام کا اسطرح گلا گھونٹ ڈالا کہ اپنے امن کے حقیقی مبلغ نبی کی تعلیمات سے کوسوں دور نکل گئے۔



(۱) ہیچکاک، اینڈریو کیر نگٹن۔ شیطانی کنیسہ، مترجم طارق اسماعیل ساگر، طاہر سنز پبلشرز۔ اردو بازار۔ لاہور۔ ۲۰۰۸، ص:۱۷۳